R.No. 2186/57
Regd. No. L922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت
۱-۸-۶۴

فی کاپی - ۲۶
قیمت فی پرچہ سالانہ
فی پرچہ ۔۔۔ نئے پیسے

جلد ۲۳ - شمارہ ۲۸ | ایڈیٹر- آل احمد سرور | یکم اگست ۱۹۶۴ء

اداریہ

قومی یک جہتی اور اردو زبان

پنڈت جواہر لال نہرو نے اندرونی اختلافات کو دور کرنے کے لیے قومی یک جہتی پر بڑا زور دیا تھا، لیکن چینی حملے کے بعد جو فضا پیدا ہوئی اُس میں چونکہ پوری قوم ملک کے دفاع کی طرف متوجہ ہوگئی تھی اس لیے قومی یک جہتی کے لیے مثبت تحریکوں کا میدان نہ رہا تھا۔ مگر ادھر چند ایسے واقعات ہوئے جن کی وجہ سے اس سلسلے میں کچھ کام کی ضرورت پھر محسوس ہونے لگی ہے۔ مشرقی بنگال میں ہندوؤں کو مارا پیٹا گیا اور بہت بڑی تعداد میں وہ ہندوستان میں آنے لگے۔ ان واقعات کا اثر کلکتے میں سب سے پہلے محسوس ہوا اور وہاں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ گورنمنٹ ہند اور حکومت بنگال نے اس وقت سخت تدابیر اختیار کیں اور معاملہ بڑھنے نہ پایا۔ پھر بھی خاصا نقصان ہو گیا اور دوسرے صنعتی مرکزوں میں بھی یہ آگ بھڑک اٹھی۔ بہر حال اس شورش کو تو ختم کر دیا گیا مگر سارے محبان وطن کو یہ اندازہ ہو گیا کہ قومی یک جہتی کے لیے بہت مستعدی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

قومی یک جہتی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ ہمارے دستور نے سب کو برابر کے حقوق عطا کیے ہیں۔ مذہب، نسل، علاقہ، زبان کی بنا پر کسی میں امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ مگر ابھی ہمارے عمل میں خامی کوتاہیاں ہیں۔ کبھی مذہبی اختلافات بھڑک اُٹھتے ہیں۔ کبھی زبان کا سوال کشمکش اور تنا تنی کا باعث ہوتا ہے، کبھی علاقائی پاسداریاں قوم کی ترقی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ کبھی اقلیتوں کو وہ حقوق عملاً نہیں دیے جاتے جن کا دستور میں تحفظ ہے۔ اس لیے ہمارا فرض یہ ہے کہ حکومت، تمام سیاسی پارٹیاں اور سب محبانِ وطن، ایک دوسرے کو الزام دینے کے بجائے اپنے طور پر ان چیزوں کا التزام کریں:

(۱) ہر ہندستانی کی (خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو) جان، مال، آبرو کی حفاظت اس طرح ہونی چاہیے کہ وہ شخص بھی اس معاملے میں مطمئن ہو۔

(۲) کسی علاقے کو کسی علاقے پر فوقیت نہ دی جائے۔

(۳) کسی زبان کو کسی زبان پر فوقیت نہیں، ہر قومی زبان اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی بقا کے لیے تمام وسائل مہیا کیے جائیں۔

(۴) جو قومی زبانیں سرکاری زبانیں بھی ہیں، ان کی ترقی تو ایک طرح مسلم ہو گئی، مگر ایسی زبانیں جو سرکاری زبانیں نہیں اُن کی ترقی خاص طور سے مرکز کی ذمہ داری ہے۔

اسی وجہ سے اردو زبان کی بقا اور ترقی کا مسئلہ قومی یک جہتی کے لیے اہم ہو جاتا ہے۔ اردو ہماری قومی زبان ہے۔ اس کا شاندار ادبی سرمایہ ہے۔ اس نے ہماری مشترک تہذیب کے بنانے اور سنوارنے میں قابل فخر کام انجام دیا ہے اس کے بولنے والے سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اتر پردیش

اس شمارے میں

میں تو ان کی تعداد بعض ریاستوں کی پوری آبادی سے زیادہ ہے۔ پھر بھی اس کی تعلیم کے لیے مناسب انتظام نہیں۔ اس کے چلن میں دشواریاں ہیں۔ یہ کیا قیامت ہے؟ اگر ارادہ کر لیا جائے تو یہ دشواری دور ہو سکتی ہے۔ اتر پردیش میں سہ لسانی فارمولے کے تحت اردو کی تعلیم کا مطالبہ ہے اور بڑے پیمانے پر انتظام کی ضرورت ہے۔ مگر کسی نہ کسی بہانے سے اس مطالبے کو برابر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

قومی یک جہتی کا خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک لسانی اقلیتوں کو مطمئن نہ کیا جائے اور ان کے مطالبات پورے نہ کیے جائیں۔ ان میں سب سے اہم اردو بولنے والوں کی تعداد ہے۔ اس ایک پہلو پر حکومت اور عوام توجہ کریں تو یک جہتی کی بنیاد گہری ہو سکتی ہے۔

نہ ہیں تو ہمارے لیے بڑی مشکل پڑ جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب انتظام کی خرابی ہے، کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ آبادی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ غلّے کی پیداوار بڑھتی ہوئی ضروریات کے لیے ناکافی ہو رہی ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ غلّہ تو اب بھی کافی موجود ہے اور نفع خوروں نے گودام بھر رکھے ہیں اور حکومت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ رہے عوام تو وہ پریشان ہی رہتے ہیں۔ ان کا کیا کیا جائے۔ غلّے کی کمی کی شکایت نہ کریں گے، کوئی اور شکایت کریں گے۔ کہاں تک ان کی شکایتوں پر دھیان دیا جائے۔

اب تو صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سعدی ٹھیک ہی کہہ گئے تھے :-

چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

کل ہند اردو کانفرنس

جے پور

ملک کے مشہور ادیب اور شاعر جناب آنند نرائن صاحب مُلّا نے کانفرنس کی صدارت قبول فرمائی ہے۔

کانفرنس ۲، ۳، ۴۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو جے پور (راجستھان) میں منعقد ہوگی۔

سیر بین

لیجیے صاحب شکر کی تو قلت تھی ہی، اب گیہوں بھی مہنگا ہو گیا۔ اور گیہوں سے انسان کی زندگی کا کچھ ایسا تعلق ہے کہ سب چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ پھر مہنگائی پر ملاوٹ مستزاد ہے۔ اب اول تو دگنے تگنے داموں پر کوئی چیز خریدیے، پھر بھی یہ پریشانی ہے کہ اس میں اصل مال کتنا ہے اور میل کتنا۔ پھر میل کے سلسلے میں بھی عجیب عجیب قصے سننے میں آتے ہیں۔ سنا ہے مرچوں میں سرخ اینٹیں پسی ہوتی ہیں۔ زیرے میں گھوڑے کی لید، زعفران کے متعلق تو یہ معلوم تھا کہ چند سنگھاڑیوں کے ساتھ الم غلم ملا کر زعفران کے نام سے تاجر ہزاروں لاکھوں کما لیتے ہیں۔ اب یہ معلوم ہوا کہ ہلدی، دھنیے، زیرے، مرچ کے ساتھ خدا جانے کیا کیا اچھی بری چیزیں کھانی پڑتی ہیں۔

ہندوستان کی زمین ایسی زرخیز ہے کہ سونا اگلتی ہے۔ ہندوستان کے کسان بڑے محنتی اور جفاکش ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہندوستان غلہ باہر کے ملکوں کے لیے بھی پیدا کر سکتا۔ مگر قیامت یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے بھی کافی نہیں، بلکہ الٹا باہر کے ملکوں سے منگانا پڑتا ہے۔ گویا امریکہ یا پاکستان اگر گیہوں یا چاول

آج کل نہ کوئی ادب میں جمود کا نعرہ لگاتا ہے، نہ آزاد نظم کو کوستا ہے، نہ نئی نسل کو نظر انداز کرنے پر پرانے ادیبوں کی خبر لیتا ہے، نہ ٹھاٹ کے مشاعرے کراتا ہے، نہ شعرا کے جنم دن مناتا ہے۔ جس سے ملیے یہ خبر سناتا ہے کہ آج مدھیہ پردیش میں غلے کے گودام لٹ گئے۔ پرسوں بہار میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ گویا اس وقت زندگی کے "بنیادی" مسائل سے سروکار ہے۔ جب پیٹ کا مسئلہ آسان ہو جائے گا تو دوسری باتوں کا سوال پیدا ہوگا۔

امتحانات جامعہ اردو علی گڑھ

امسال بعض ناگزیر حالات کی بنا پر جامعہ اردو کے امیدواروں کے فارم وفیس کے داخلے میں ۵ اگست کے بجائے ۲۵ اگست تک کی توسیع کر دی گئی ہے۔ امیدوار ۲۵ اگست تک اپنی فیس و فارم داخل دفتر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ۵ ستمبر تک فیس تاخیر مبلغ تین روپیہ کے ساتھ فارم داخلہ امتحان قبول کیے جا سکتے ہیں۔

امتحانات جامعہ اردو ۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء سے مجوزہ مراکز پر ہوں گے (رجسٹرار)

ترجمہ: عبد الحی

ہندی اردو نزاع

(فراق گورکھپوری)

تقریباً ایک صدی پہلے جب ہندی اردو تنازعے کا آغاز ہوا اس وقت اردو زبان ایک ترقی یافتہ جدید زبان بن چکی تھی اور اس کا دامن نظم و نثر پر مشتمل تخلیقی ادب کے گرانقدر سرمایہ سے بھرا ہوا تھا۔ درحقیقت اردو زبان کھڑی بولی کی ایک ترقی یافتہ اور نکھری ہوئی شکل ہے جس کی بنیاد ہندوستان کے کروڑوں ہندو اور مسلمان باشندوں کی بول چال اور روزمرہ پر قائم ہے اس کے برعکس کھڑی بولی ہندی کے جن حامیوں نے اردو کے خلاف محاذ قائم کیا ان کے پاس کوئی ایسا ادبی ذخیرہ نہیں تھا جسے وہ اردو کے مقابلے میں پیش کر سکتے۔ اس لئے انھوں نے اپنی مہم کا آغاز اس مانگ سے کیا کہ عدالتوں اور سرکاری دفتروں میں جہاں اس وقت صرف فارسی رسم خط رائج تھا، ناگری خط کو بھی جگہ دی جائے۔ اس طرح ابتدا میں یہ جنگ زبانوں کی جنگ نہ تھی بلکہ رسم خط کی جنگ تھی۔ اردو نے فارسی رسم خط اس لئے اختیار کیا تھا کہ اس خط کو صدیوں سے اس ملک میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا اور بعض تاریخی اسباب کی وجہ سے یہ سرکاری طور پر ملک کا تسلیم شدہ رسم خط تھا چنانچہ اردو کے حامی خط کے معاملے میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے اور وہ کسی ایسے متبادل خط کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے جو فارسی رسم خط کا حریف بن کر سامنے آئے۔ اس دوران میں ہندی کے حامیوں کی طرف سے رسم خط کے سلسلے میں مسلسل احتجاج ہوتا رہا لیکن اردو کی بدبختی کہ اس کے نادان دوست اس زعم باطل میں کہ ہندی والے چیختے چیختے تھک جائیں گے اور بالآخر ہار کر بیٹھ رہیں گے سنی ان سنی کرتے رہے، ادھر سے یہ مانگ ہوتی رہی کہ فارسی رسم خط کے دوش بدوش ناگری رسم خط کو بھی رائج کرو لیکن ادھر کسی کے کان پر جوں نہ رینگی، نتیجہ یہ ہوا کہ احتجاج کی حد سے بڑھ کر یہ مسئلہ اب کھلی جنگ بن گیا اور رسم خط کے معاملے میں اردو اور ہندی والوں میں ٹھن گئی۔ لیکن ابھی یہ جنگ رسم خط ہی تک محدود تھی، ابھی تک زبان و بیان اور الفاظ و معانی اس کی زد میں نہ آئے تھے

بدقسمتی سے اس مرحلے پر لسانی نیتا اس جھگڑے میں کود پڑے اور انھوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے بات کا بتنگڑ بنا دیا اور فضا کو خوب خراب کیا۔ انھوں نے نت نئے شوشے چھوڑ کر حالات کچھ اتنے بگاڑ دئے کہ اس معاملے کا کوئی متفقہ حل آپس کے سمجھوتے سے نہ نکل سکے ہندوستان میں زبان کے سلسلے میں یہ ایک بڑا المیہ تھا۔ اس وقت ہیگل (HEGEL) کا یہ قول سولہ آنے صحیح ثابت ہو رہا تھا کہ المیہ اس وقت نہیں پیدا ہوتا جب خیر اور شر میں ٹکر ہوتی ہے بلکہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اچھائی سے دست و گریباں ہوتی ہے

لسانی نیتاؤں کے اس زہریلے طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک جو جھگڑا محض رسم خط کا جھگڑا تھا وہ اب زبانوں کی باقاعدہ جنگ بن گیا اور دونوں فریق اس افراتفری میں یہ بھول گئے کہ حریف کو شکست دینے کی کوشش میں وہ خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ اردو کے پاس تو کافی رسد موجود تھی۔ اس کا اپنا ایک خط تھا، الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ تھا اور ایک ترقی پذیر ادب تھا۔ ہندی کی تحریک نے جیسے جیسے زور پکڑنا شروع کیا، اردو والے اپنے سرمایہ کو دشمن کی دستبرد سے محفوظ رکھنے اور اس میں مزید اضافہ کرنے کی غرض سے قلعہ بند ہو گئے۔ اور انھوں نے ایک مدافعانہ رویہ اختیار کر لیا۔ اپنی کج فہمی کی وجہ سے وہ اتنی سی بات نہ سمجھ سکے کہ سرکاری سرپرستی اور تحفظ ہمیشہ کے لئے اردو کا بچاؤ نہ کر سکیں گے اور یہ کہ ہندوؤں کی بھاری اکثریت کی حمایت کے بغیر اردو کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اردو والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ہندی کی تحریک کوئی مصنوعی تحریک نہیں بلکہ اس کے پیچھے بلند و برتر جذبات کام کر رہے ہیں اور یہ کہ اس تحریک کا کچھ جواز بھی ہے انھوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ہم ہندی کو آگے بڑھ کر گلے لگا لیں تو ہمارا کچھ نہ بگڑے گا بلکہ الٹا کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ افسوس لسانی نیتا اپنا کام کر چکے تھے، وہ تو چاہتے ہی یہ تھے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی بندھ جائے اور ہم حقیقت کو نہ دیکھ سکیں۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے، ناگری رسم خط کی ہی تو مانگ تھی کہ اپنے ساتھ ہمیں بھی رہنے دو۔ اردو والوں نے اس کے اس حق کو ٹھکرا دیا۔ ہندی نے یہی تو مطالبہ کیا تھا کہ اردو کے پہلو میں کچھ سنسکرت الفاظ کو بھی جگہ دیدو تاکہ ہندوؤں کے عقیدے، ان کے طرز فکر، ان کی دیومالا، ان کے مخصوص طرز زندگی اور ادب سے متعلق ان کے احساسات کے اظہار کی صورت بھی تمہاری زبان میں نکل آئے لیکن اردو کے لسانی نیتا نے کہا، ہم اردو میں اس قسم کی خرافات کو ہرگز جگہ نہ دیں گے، اور درحقیقت یہی اردو والوں کی وہ المناک غلطی تھی جس کی وجہ سے آج اردو کو یہ منحوس دن دیکھنا پڑا اور اس کی زندگی کے لالے پڑ گئے۔

ہندی والوں نے ابتدا میں جو غلطی کی اسے غلطی سے زیادہ ان کی بدقسمتی کہنا چاہئے۔ ناگری رسم خط تو وہ بہرحال استعمال کر ہی رہے تھے، ہاں ان کے پاس اردو سے مختلف کوئی ڈھلی ڈھلائی زبان البتہ نہ تھی جسے وہ اردو ادب اور اردو بولی کے مقابلہ میں صف آرا کرتے۔ اردو نے ساری ہندی لغت کو جذب کر کے ایک ایسی مخلوط اور مشترک زبان کو جنم دیا تھا جس کے ۹۵ فیصد الفاظ خالص ہندی ہی اب رہ گئے اردو کے عربی فارسی الفاظ تو ان میں سے بھی بیشتر ایسے تھے جنکو ساری ہندو قوم بولتی تھی گویا کھڑی بولی اور اردو ایک جان دو قالب تھیں۔ اور دونوں ہر طرح ہم جنس اور ہم شکل تھیں پھر یہ کہ ہندی والوں کی یہ خواہش کچھ ایسی بے محل بھی نہ تھی کہ اردو میں سنسکرت الفاظ بھی شامل کئے جائیں لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ سنسکرت الفاظ صدیوں سے شرک کے بغیر مستعمل تھے اور اب بھی اگرچہ ایک صدی تمام

کی زبان کو سنسکرت زدہ کرنے کی کوشش بڑے زور شور سے کی جارہی ہے لیکن مٹھی بھر سے زیادہ سنسکرت الفاظ عوام کے ہاں باریابی نہیں حاصل کر سکے ہیں اور ان کی اصلی جگہ اب بھی سنسکرت لغات ہی میں ہے۔ برج بھاشا، اودھی اور ہندی کی دوسری غیر فارسی آمیز شکلوں کے، جو کسی زمانے میں رائج تھیں، احیا و تجدید کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب ہندی والوں کے لئے لے دے کر ایک کھڑی بولی رہ گئی تھی لیکن اس میں بھی تقریباً تین ہزار عربی فارسی الفاظ اس طرح جذب ہو چکے تھے کہ ان کو اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا تھا یہی کھڑی بولی ہے جو ملک کے کروڑوں عوام کی زبان ہے اور جس میں اردو کا روپ دھارنے کے بعد بلا کی روانی آئی اور معنویت پیدا ہوگئی ہے اور ضلع جگت پھبتی اور اس قسم کے سیکڑوں لفظی اور معنوی محاسن اس میں ایسے ہیں جو اردو سے ناواقف حامیان ہندی کی دسترس اور سمجھ سے باہر ہیں قصہ دراصل یہ ہے کہ حامیان ہندی کے سامنے کوئی واضح تصور اس بات کا نہیں تھا کہ وہ کون سی ہندی رائج کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے اس سوال پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا کہ کس قسم کی کھڑی بولی کو وہ ہندی کی شکل دیں!

کھڑی بولی کے حصے بخرے نہیں کئے جا سکتے، نہ ہی اس کے ساتھ کھل کھیلا جا سکتا ہے۔ کھڑی بولی لکھنے میں اگر کسی قسم کا چھیڑ چھاڑ کیا گیا تو یقین مانئے آپ زبان کا گلا اپنے ہی ہاتھوں سے گھونٹ دیں گے لسانی نیتا کا یہی تو مقصد تھا کہ ہندی والوں کو کھڑی بولی پر کبھی قدرت نہ حاصل ہو سکے کیونکہ کھڑی بولی پر قدرت اسی وقت حاصل ہو سکتی تھی اگر اردو کے ادیبوں سے استفادہ اور اکتساب کیا جاتا کیونکہ اردو کے ادیب ہی کھڑی بولی کے حقیقی ماہر اور استاد ہیں، لسانی نیتا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ آپ اردو ادیبوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کریں چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ہندی لکھائی تو سیکھ گئے لیکن ہندی نہ سیکھ سکے کیونکہ جیسا کہ میں بار بار کہہ چکا ہوں خالص ہندی کھڑی بولی کی وہی شکل ہے جسے اردو کہتے ہیں۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کھڑی بولی کا علم اردو کے علم کے بغیر نہیں آسکتا۔

یہاں میں کھڑی بولی کے ادیبوں پر ایک ایسی واضح حقیقت روشن کرنا چاہتا ہوں جسے وہ اب تک نظر انداز کرتے رہے ہیں اور جسے ان کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے لسانی نیتا اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے رہے ہیں میں ان پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اردو زبان بیشتر ایسے ہی لفظوں، محاوروں، روزمرہ ضلع جگت، اور مرکبات سے جو خالص ہندی ہیں اردو میں ایسے الفاظ کی تعداد اس کے کل لفظی ذخیرہ کا ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک ہے۔ منتشر الفاظ کی صورت میں ہندی ادیب بھی ان سے اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ اردو ادیب، لیکن اردو زبان کے جزو کی حیثیت سے اور اس کا جزو بن جانے کے بعد ان کے ظاہری اور معنوی حسن میں جو اضافہ اور نکھار پیدا ہو گیا ہے اس سے ہمارے ہندی ادیب واقف نہیں ہیں! یہ بات صرف اردو کے ادیبوں اور ان کے معماروں کو ہی معلوم ہے کہ اعلیٰ ادب کو جنم دینے کے لئے ان لفظوں کا تعمیری استعمال کس طرح کیا جاتا ہے۔ ان ہندی ادیبوں نے ہندی ادب کو تخلیق کرنے کا انتہائی مشکل اور فنکارانہ کام تو اپنے ذمہ لے لیا۔ لیکن ہندی لفظوں اور محاوروں کے استعمال کا فن نہیں سیکھا، اور یہ فن آسانی سے آتا بھی نہیں ہے، یہ فن اسی وقت سیکھا جا سکتا ہے جب یہ ہندی ادیب اردو زبان کا جس میں ہندی کے الفاظ کو نہایت سلیقہ اور فنکاری کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے دن رات مطالعہ کریں۔ ان ہندی ادیبوں نے اس حقیقت سے منہ موڑ لیا کہ اردو زبان کی جڑ ہندی الفاظ ہیں؛ فارسی الفاظ نہیں۔ لسانی نیتاؤں کے زہریلے پروپیگنڈے سے دھوکا کھا کر ان ہندی ادیبوں نے اردو کو قتل کرنے میں کونسی کسر اٹھا رکھی ہے، کبھی ان کے دماغ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ وہ اردو کو ذبح کر کے کسی بھیڑیے کو ذبح نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک ایسی گائے کو ذبح کر رہے ہیں جس کے تھنوں میں ہندی کا خالص اور میٹھا دودھ ہے۔ اردو کی بقا اور آزادی ہی ہندی کی بقا اور آزادی ہے اور بقول شخصے جو لوگ دوسروں کی آزادی چھین لیتے ہیں انجام کار خود بھی آزادی کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ہندی کے ادیبوں پر جب یہ تلخ حقیقت واضح ہوئی کہ ہندی کے سارے سرمایہ پر اردو نے قبضہ کر لیا ہے تو وہ اردو کے دشمن ہو گئے لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ انھوں نے اردو سے نہیں بلکہ حقیقت میں ہندی سے دشمنی کی۔ یہاں ہندی سے میرا مطلب اصل ہندی یعنی اردو زبان سے ہے نام نہاد جدید ہندی سے نہیں یہ لوگ ہندی سے اپنا دامن بالکل تو نہ بچا سکے لیکن جو ہندی الفاظ کے پلے پڑے ان کا مقدر پھوٹ گیا، نام نہاد ہندی والوں نے ان الفاظ کو اتنے بھونڈے پن سے استعمال کیا کہ خود ان کے منہ کا مزا کسیلا ہو گیا۔

اب بھی وقت ہے کہ ہندی کے ادیب یہ محسوس کریں کہ ان کا نام اعمال ہندی کُش کرتوتوں سے سیاہ ہو رہا ہے۔ وہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہندی کے حقوق اور مفاد کا تحفظ کر رہے ہیں لیکن کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ جس ہندی کا وہ پرچار کر رہے ہیں اس کے اجزا و ترکیبی میں سنسکرت کا حصہ زیادہ ہے یا ہندی کا؟ پھر جو تھوڑے بہت ہندی لفظ انھوں نے مجبوراً نام نہاد ہندی میں شامل کر لئے ہیں ان کی درگت کیوں بنائی جا رہی ہے؟ انھیں اچھوتوں کی طرح کیوں ذلیل کیا جا رہا ہے۔ کیا یہی ان کی ہندی نوازی ہے؟

بقیہ صفحہ ۴۹

غزلیں

علقمہ شبلی

تو نے نظر جو پھیر لی اس کا نہیں ہے غم
حیراں ہوں یوں کہ درد کے دل میں کیوں ہے کم
تو نے کرم ہو تیری کہ ہو شیوۂ ستم
ہے کون مجھ سے چھین سکے جو متاعِ غم
سو سو طرح سے جلوہ دکھاتی ہے آذری
کتنے صنم ہیں آج بھی زیبائشِ حرم
مانا کہ میں نہیں ہوں سزاوارِ التفات
تو ہی بتا کہ رکھا ہے کس نے ترا بھرم
جلوہ نگارِ صبح کا ہوگا ضرور عام
روکے سے رک سکے ہیں کہیں وقت کے قدم
ہر ہر قدم پہ عقل نے روشن کئے چراغ
پھر بھی رہِ حیات میں کیوں روشنی ہے کم
پائے خودی پہ تیرے ستارے ہیں سجدہ ریز
شبلی! تری نگاہ ہے کس درجہ محترم

احسن نشاط

شدتِ غم سے گزر شوقِ فراواں سے گزر
اک ذرا تو بھی تو ہنگامۂ دوراں سے گزر
بزمِ خوباں سے گزر شہرِ نگاراں سے گزر
دل ہو قابو میں تو ہر سوئے عنواں سے گزر
راہ آسان بھی جاتی ہے درِ جاناں تک
لطف تو جب ہے کہ ہر مشکلِ آساں سے گزر
لالہ و گل سے بھی اذنِ سفر لیتا چل
بے نیازانہ کبھی کوہ و بیاباں سے گزر
تو خردمند ہے دیوانوں پہ ہنستا ہے مگر
تو ذرا مرحلۂ جیب و گریباں سے گزر
قصۂ موج و تلاطم بھی سنا! دیر ہوئی
سوچتا کیا ہے ذرا منزلِ طوفاں سے گزر
عمر ساری ہی کٹی صحبتِ واعظ میں نشاط
آج تو بھی تو ذرا محفلِ رنداں سے گزر

افسر بی۔اے

دل سمجھ لیتا نظر کی گفتگو — آئینہ ہوتا کسی کے روبرو
دردِ دل بھی اب شریکِ غم نہیں — اور کیا ہوتا مآلِ آرزو
میرے اشکوں نے مجھے رسوا کیا — لوٹ لی ان موتیوں نے آبرو
خامشی سے دل میں گھٹ کر رہ گئی — کتنی پابندِ وفا تھی آرزو

میں ہوں افسر تاجدارِ شعر و فن
مجھ سے قائم ہے غزل کی آبرو

اردو کا ایک خاموش خادم

مارہرہ کے اختر عالم زبیری صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان کی کوشش سے سکندرہ راؤ، مارہرہ اور قرب و جوار کے دوسرے قصبات کے ان میونسپل وارڈوں میں جہاں اردو زبان جاننے اور بولنے والوں کی اکثریت ہے اردو کے اسکول کھولے گئے ہیں۔ زبیری صاحب کا خیال ہے کہ بلند شہر سے لیکر فرخ آباد تک ایسے گاؤں کافی ہیں جہاں اردو والے خاصی تعداد میں ہیں اور اگر وہاں بھی اس نہج پر کوشش کی گئی تو وہاں بھی اردو اسکول کھلوانے کی مہم میں خاطر خواہ کامیابی ہوگی فرخ آباد کے علاقہ میں تو انھوں نے کام شروع بھی کر دیا ہے۔

اردو دوستوں کے لئے زبیری صاحب کی مثال قابلِ اتباع ہونی چاہئے۔ اگر اردو کے ہمدرد اپنی اپنی جگہ خاموشی سے اسی طرح عملی جدوجہد شروع کر دیں تو یقیناً وہ اردو کی تعلیم اور فروغ کے سلسلے میں ایک بڑی خدمت انجام دیں گے۔

زبیری صاحب نے اس ضمن میں جو مساعی فرمائی ہیں ان کے لئے پورے اردو داں طبقہ کو ان کا ممنون ہونا چاہئے ایسے حضرات واقعی اردو کی ٹھوس خدمت انجام دے رہے ہیں۔

بزمِ ادب دھامپور کا تیسرا ادبی انعامی مقابلہ

اردو ادب کی توسیع و ترقی کے سلسلہ میں بزمِ ادب دھامپور تیسرا ادبی انعامی مقابلہ منعقد کر رہی ہے۔ اوّل آنے والے مضمون پر ایک خوب صورت قیمتی شیلڈ اور ادیبِ اردو کا سرٹیفکیٹ نمبر ایک اور دوسرے، تیسرے، چوتھے، اور پانچویں نمبر پر آنے والے مضامین پر سلسلہ وار ادیبِ اردو کا سرٹیفکیٹ بطور انعام دیا جائے گا۔

اس مقابلہ کی شرائط ناظمِ اعلیٰ بزمِ ادب دھامپور، ضلع بجنور سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر شکیل الرحمن ریڈر مقرر کئے گئے

سری نگر۔ ڈاکٹر شکیل الرحمن جموں و کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ریڈر مقرر ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۸ء سے آپ اس شعبہ میں سینیئر لکچرر کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں، ۱۹۶۱ء میں آپ نے پٹنہ یونیورسٹی سے ڈی۔ لٹ کی ڈگری لی تھی، آپ کی تحقیق کا موضوع تھا "پریم چند کی افسانہ نگاری"

(نامہ نگار)

سروش صاحب کا انتقال

آرٹس کالج مدراس کے شعبۂ عربی و اردو کے صدر جناب پی حبیب اللہ صاحب سروش عمری کا ۱۲ جولائی کو انتقال ہو گیا۔ مرحوم ایک بلند پایہ عالم تھے۔

ہندی اور دیگر ہندستانی زبانوں کی ترقی و ترویج کیلئے اقدام

مرکزی وزارت تعلیم اس تجویز پر غور و خوض کر رہی ہے کہ ایک ایسا مرکزی شعبہ قائم کیا جائے جو ہندی اور دوسری ہندستانی زبانوں میں معیاری درسی کتابوں کے ترجمے اور اشاعت میں کار نمایاں انجام دے سکے۔

اس منصوبہ کا مقصد یہ ہے کہ معیاری کتابیں شائع کرکے ہندی اور دیگر ہندستانی زبانوں کو مالا مال کیا جائے۔ گزشتہ دس سال میں وزارت متعلقہ نے ہندی میں جو سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات وضع کی ہیں انھیں رائج کیا جائے کیونکہ ملک کے دستور کی رو سے مرکزی حکومت ہندی کی ترقی و ترویج کی ذمہ دار ہے۔

منصوبہ بندی کمیشن نے اگر تجویز مذکور منظور کر لی تو اسے چوتھے منصوبے کی اسکیموں میں شامل کر دیا جائے گا۔

مجوزہ شعبے کا مقصد تفصیلی طور پر یہ ہے کہ علمی اداروں اور کتابیں چھاپنے والوں کے تعاون سے ہندی میں یونیورسٹی کے معیار کی اور دیگر کتابیں ترجمہ کرنے اور شائع کرنے کی جو دو اسکیمیں اب الگ الگ کام کر رہی ہیں انھیں ان کاموں میں امداد کی جائے۔ دراصل ان دونوں اسکیموں نے زیادہ ترقی نہیں کی ہے کیونکہ ان کی راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں جن میں "حق اشاعت" بھی شامل ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ مجوزہ شعبے کے تحت ایک ہمہ دستہ با اختیار ایجنسی ہوگی جو معیاری طور پر لائق اور تجربے کار مترجم ملازم رکھے گی جو پروگراموں کے مطابق ہندی اور دیگر ہندستانی زبانوں کو مالا مال کرنے کا کام سرعت سے انجام دیں گے کتابیں شائع کرنے کے پروگرام غیر ملکی رسالوں اور اخباروں کے معقد تر ترجمے اور اصطلاحات کی بنیاد پر تیار کئے جایا کریں گے۔

اس اسکیم کو بروئے کار لانے کے لئے ۴ کروڑ روپے کی منظوری زیر غور ہے۔ جس میں ۵۰ لاکھ غیر ملکی زر مبادلہ بھی شامل ہوگا۔

ممکن ہے چوتھے پنج سالہ منصوبے میں ہندی کی ترویج و اشاعت کے حق میں اور اسکیمیں بھی شامل کر لی جائیں مثلاً غیر ہندی علاقوں میں ایسے اسکول اور کالج کھولنا جن میں ذریعہ تعلیم ہندی ہو۔ غیر ہندی ریاستوں میں ہندی داں اساتذہ کا تقرر، اور ہندی کی تعلیم بذریعہ ڈاک وغیرہ وغیرہ۔

(قومی آواز لکھنؤ)

عام فہم درسی کتابوں کی مقبولیت

نئی دہلی میں بچوں کی تعلیم کیلئے جو نصاب کی کتابیں تیار کی گئی ہیں، ان کی مانگ بہت بڑھ گئی کیونکہ یہ کتابیں عام فہم سہل زبانوں میں ہیں جنھیں بچے آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آج تک ۲۰ لاکھ روپے کی نصاب کی کتابیں فروخت ہو چکی ہیں اور مانگ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

(صدائے قوم پٹنہ)

انجمن لکھنؤ کا داخلہ مہم کے سلسلہ میں جلسہ

انجمن ترقی اردو لکھنؤ کا داخلہ مہم کے سلسلے میں ایک مخصوص جلسہ سری اوم پرکاش بھٹیانی رکن منیجر اودھ شاپ کمپنی کی کوٹھی ماہ نگر لکھنؤ میں ہوا۔ شرکا میں مخصوص لوگوں میں سردار سریندر پرتاپ سنگھ، شری کشوری لال نسیم پنجابی ایڈیٹر اردو وطن، نواب سید افسر حسین ایڈوکیٹ، امین سلونوی، سید امیر حسن نورانی اور ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو نے اردو کے مسائل پر غور و فکر کرکے طے کیا کہ انجمن ترقی اردو کو زیادہ سے زیادہ عوامی، مفید اور موثر بنانے کے لئے عملی جد و جہد کی جائے لکھنؤ میں کم از کم پانچ ہزار ممبران بنائے جائیں۔ طلبا کے سرپرستوں کو اردو کی تعلیم کی اہمیت بتائی جائے۔ تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کرکے اردو تعلیم رائج کرنے پر اصرار کیا جائے۔ جلسہ میں اس بات پر پر زور احتجاج کیا گیا کہ باوجود اردو تعلیم دینے کے مطالبہ کے تعلیمی ادارے اردو تعلیم نہیں جاری کر رہے ہیں سہ لسانی فارمولا کے تحت اب بھی بہت سے ادارے جبراً صرف سنسکرت پڑھا رہے ہیں یہ رجحان ہر لحاظ سے جمہوریت کی روح کے خلاف ہے اور اس سے ہمارا ملک آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹے گا۔ سری اوم پرکاش بھٹیانی نے انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد اور طریق کار پر تفصیلات معلوم کرکے انجمن کے بجٹ، اور اس کے ذرائع آمدنی کے متعلق اپنی خدمات پیش کیں ماہ نگر اور حضرت گنج اور دوسرے ملحقہ محلوں میں ممبر سازی کے لئے سردار سریندر پرتاپ سنگھ نسیم پنجابی اور نواب افسر حسین کو منتخب کیا گیا سردار سریندر پرتاپ سنگھ نے گورو نانک انٹر کالج اور خالصہ اسکول میں اردو تعلیم رائج کرنے کی ذمہ داری اور نواب افسر حسین نے ماڈرن ویکیشنل کالج سنگر نگر میں جس کے وہ خود صدر ہیں اردو تعلیم رائج کرانے کا وعدہ کیا یہ بھی طے کیا گیا کہ انجمن کے تمام ممبران کم از کم دس دس ممبر بنائیں گے اور اپنے اپنے حلقوں کے بیسک اسکولوں اور جونیر اسکولوں میں اردو تعلیم کے لئے جد و جہد کریں گے جنرل سکریٹری نے بتایا کہ اس سال لکھنؤ کے کئی تعلیمی اداروں میں اردو رائج ہو گئی ہے جیسے ودیانت کالج ٹیکنیکل اسکول وغیرہ اور امید ہے کہ قریب قریب تمام بیسک اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اس طرح سہ لسانی فارمولا کے تحت جونیر ہائی اسکولوں میں بھی اردو پڑھائی جانے لگی۔

جنرل سکریٹری

مولانا روم کی مثنوی کا ۷۰۰ سال پرانا نسخہ

میر گیشی لکھنؤ کے صدر نے یہ انکشاف کیا ہے کہ بنارس میں مولانا روم کی مثنوی کا ایک نایاب نسخہ ملا ہے۔

یہ ۷۰۰ سال پرانا ہے اس پر ۷۰۰ ہجری کا سنہ درج ہے۔ اسکے اکثر اوراق دستخط ہیں اور اسکے بیل بوٹے اور حاشئے منہرے ہیں ہر باب میں رنگین تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ (قومی آواز لکھنؤ)

نشور واحدی

غزل

حسن کو دیکھا ہے اکثر تو نے عریانی پسند
فطرت ہر شاخ تازہ ہے گل افشانی پسند

کتنے آئینے لگائے ہیں خیال دوست نے
دل میں اک تصویر ہے ہر لمحہ حیرانی پسند

اک کلی وہ بھی محبت کی ہوئی ان کو قبول
اس قبائے تنگ کو ہے تنگ دامانی پسند

اشک کے قطرے تو ہیں نایاب آنکھوں میں مگر
خون میرا ایک مدت سے ہے ارزانی پسند

ہر قدم پر ایک لغزش ہر نظر اک مرحلہ
دل کو کیا کہئے کہ ہے ہر لحظہ نادانی پسند

وصل میں یہ مضطرب اور ہجر میں وہ مطمئن
جنت و دوزخ بھی ہے ایدوست انسانی پسند

ہے غزل گوئی نشورؔ اک زندگانی کا گداز
شاعری خون جگر، دنیا زباندانی پسند

انجمن شاخ آگرہ کی سرگرمیاں

انجمن ترقی اردو شاخ آگرہ کا ایک جلسہ علامہ مسکین اکبرآبادی کی صدارت میں ۱۳ر جولائی ۱۹۶۲ء کو بوقت ۶ بجے شام میوہ کٹرہ آگرہ میں منعقد کیا گیا جس میں عمائدین شہر نے شرکت کی۔

جلسے کے آغاز میں پنڈت جواہرلال اور پروفیسر حامد حسن قادری کے انتقال پر غم و الم کا اظہار کیا گیا اور تعزیتی قرار دادیں منظور ہوئیں۔

انجمن کے عہدیدار صدر پنڈت راجناتھ کنزرو نائب صدر مسکین اکبرآبادی، جنرل سکریٹری معین فریدی جوائنٹ سیکریٹری۔ عبدالعزیز۔

اردو نائٹ اسکول جناب معین الدین فریدی نے جامعہ اردو کی تعلیم اور تعلیم بالغان کے لئے اردو نائٹ اسکول کی تجویز مع اس کے قواعد اور نصاب کے پیش کی جسے منظور کیا گیا اور طے کیا گیا کہ آگرہ میں دو شبینہ اسکول کھولے جائیں جو پندرہ اگست سے اپنا کام شروع کریں۔

اردو اور پرائمری اسکول جناب عبد المغیث خاں صاحب کی تجویز پر پرائمری اسکولوں میں اردو کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جو یہ دیکھے گی کہ سہ لسانی فارمولے پر ہمارے پرائمری اسکولوں میں کس حد تک عملدرآمد ہو رہا ہے۔

(معین فریدی جنرل سکریٹری)

اردو کی ترقی کیلئے کمیٹی

مسلم پبلک لائبریری مراد آباد میں شہر کے معزز حضرات کا ایک جلسہ جناب قاضی مختار احمد صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو یوپی۔ کی آمد کے سلسلے میں منعقد کیا گیا جس کی صدارت کے فرائض مرزا اعجر دراز بیگ صاحب نے انجام دیئے۔

جلسہ میں شہر کے قومی کارکنوں ادیبوں، شاعروں اور وکلا حضرات نے شرکت کی قاضی مختار احمد صاحب نے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مراد آباد میں انجمن ترقی اردو کی تنظیم پر زور دیا اور اردو مہم کو تیز کرنے کی اہمیت واضح کی۔ آپ کی تقریر کے بعد طے پایا کہ عارضی طور پر ایک تنظیمی کمیٹی بنائی جاوے جو انجمن کی ممبرسازی کرکے انجمن ترقی اردو کے آئین کے مطابق انتخاب کرائے کمیٹی کے لئے مندرجہ ذیل حضرات منتخب کئے گئے قاضی نصرت حسین، حاجی محمد اسحاق عثمان خاں، مرزا اعجر دراز بیگ ممتاز حسن خاں، ممتاز احمد، محمد حسین صاحب، کیف مراد آبادی صاحب، قمر مراد آبادی صاحب تابش مراد آبادی صاحب حیات مراد آبادی صاحب۔ اس کمیٹی کا کنوینر قاضی نصرت حسین کو منتخب کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر صدر جلسہ نے جناب قاضی مختار احمد کا شکریہ ادا کیا جو اس سخت بارش کے زمانے میں بھی یوپی کے مغربی اضلاع کا دورہ کر رہے ہیں قاضی صاحب مراد آباد سے رامپور، چندوسی، بریلی (دیگر اضلاع کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ (قومی آواز لکھنؤ)

کشمیر کلچرل اکاڈمی کے انعامات

جموں و کشمیر کلچرل اکاڈمی نے مصنفوں کو اپنی کتابیں چھاپنے کے لئے مالی معاونت دینے کا اعلان کیا ہے۔ کتابیں ریاست کے مستقل باشندگان کی یا ان لوگوں کی تصنیف کی ہوئی ہوں جنھوں نے ریاست میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے یہ کتابیں ہندی اردو کشمیری، ڈوگری پنجابی، لداخی پہاڑی۔ دردی، انگریزی فارسی، سنسکرت اور عربی میں سے کسی ایک زبان میں ہونی چاہیں کتابوں کے مسودے اکاڈمی کے دفتر میں ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء تک پہونچ جانے چاہیں۔

اکاڈمی کی طرف سے سال کی بہترین کتابوں پر ایک ہزار اور سات سو روپے کے پہلے اور دوسرے انعامات کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ یہ انعامات مذکورہ بالا زبانوں میں لکھی گئی گزشتہ تین سال کی بہترین کتابوں پر دئے جائیں گے۔ اس مقابلے میں شرکت کے خواہشمند اپنی کتابوں کی چار چار کاپیاں ۳۰ر ستمبر تک اکاڈمی کے دفتر کو بھیجدیں۔ (آفتاب سرینگر)

مضامین و مراسلات وغیرہ ہماری زبان کو ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رکھیں کہ کاغذ کے ایک طرف لکھیں۔

اردو کانفرنس جے پور

غزل کا انعامی مقابلہ

۲، ۳، ۴، اکتوبر کو جے پور میں ہونے والی اردو کانفرنس میں ایک شعری مقابلے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ یہ مقابلہ راجستھان کے نوآموز شاعروں کی ہمت افزائی کے لئے کیا جا رہا ہے اور اس میں کامیاب ہونے والے شعراء کو انعامات بھی دئے جائیں گے۔ تفصیلات صوبائی انجمن ترقی اردو جے پور سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

جنرل سیکریٹری صوبائی انجمن رامپور میں

رام پور میں قاضی مختار احمد صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو یوپی آج صبح مراد آباد سے تشریف لائے۔ انھوں نے شبیر علی خاں شکیب سکریٹری انجمن ترقی اردو رام پور کے علاوہ انجمن کی ورکنگ کمیٹی کے ممبران اسلم خاں ایڈوکیٹ مولوی سید فرید الدین صاحب وکیل۔ خان کمال صاحب ایڈیٹر ناظم اور خان عبد الحی سے رسائی فارمولے کے تحت انجمن کی جد و جہد کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی اور یہاں کے کام کا جائزہ لیا۔ اردو کے سلسلے میں جس پیمانے پر پورے یوپی میں کام کرنا ہے۔ اس کے بارے میں ضروری ہدایات دیں۔ قاضی صاحب کانپور کے مشہور تاجر ہیں علی گڑھ یونیورسٹی کے الیکٹریکل انجینیر ہیں اور آزادی کی تحریک میں ۱۹ سال کی عمر سے حصہ لیا اور اب تک قومی خدمات میں برابر مصروف ہیں اردو کے سلسلے میں اس کا جائز مقام حاصل کرنے کے لئے پورے یوپی میں ایک نئی روح پھونکنے کے لئے وہ طوفانی دورہ کر رہے ہیں۔ وہ کل صبح ٹانڈہ جائیں گے۔ اور وفا ارّحمٰن جامعی سے ملیں گے اور پھر کل شام بریلی چلے جائیں گے۔ دوپہر بار ایسوسی ایشن کے ممبران سے ملنے کچہری گئے شام کو صولت پبلک لائبریری اور دفتر روزنامہ ناظم بھی تشریف لے گئے جہاں شہر کے ادیبوں اور سماجی ورکروں سے ملاقاتیں کیں۔ (ناظم رامپور)

اورینٹل کالج کے سالانہ امتحانات

اورینٹل کالج بمبئی کے سالانہ امتحانات شعبۂ اردو (ادیب منشی، منشی عالم، منشی فاضل اور آنرز ان اردو) ۲۴ / اگست اور شعبہ اسلامیات (ابتدائی، متعلم اسلامیات اور ماہر اسلامیات) ۳۱ / اگست ۱۹۶۹ء سے حسب دستور ہوں گے دستور، نصاب اردو اور داخلہ فارم منگوانے کا پتہ۔ پرنسپل اورینٹل کالج۔ پاٹنکا منزل۔ بھنڈی بازار بمبئی ۳

"دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا"

۱۸ / جولائی کے اخبار میں ڈائرکٹر "لینگویجز" کی جانب سے ایک خبر "حکومت مدھیہ پردیش کی جانب سے ادیبوں کی امداد" نظر سے گزری جس میں محض "لنگویجز" کی مصلحت اور رعایت کے سبب یہ تشریح نہیں کی گئی، کہ یہ امداد صرف ہندی کے ادیبوں کے لئے ہے جس سے عام اخبار بیں حضرات اور کچھ ناواقف ادیب خوش فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

گذشتہ سال بھی اسی طرح اعلان کیا گیا تھا۔ جس پر یہاں کے ادیبوں میں مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ لیکن جب کچھ ادیب اپنے قابل اشاعت مجموعوں کے مسودات مجوزہ شرائط مروجہ قواعد کے مطابق متعلقہ ڈیپارٹمنٹ پہنچے تو نہایت واضح الفاظ میں یہ کہہ کر مسودات واپس کر دئے کہ "یہ امداد صرف ہندی کے ادیبوں یا ہندی کی کتابوں کی اشاعت کے لئے مخصوص ہے۔ اردو کے ادیبوں یا اردو کی کتابوں کے لئے کوئی امداد نہیں دی جا سکتی۔"

ایسی صورت میں اس قسم کے اخباری اعلانات کا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ ایک بہت بڑے طبقے کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے اور واقعی طریق کار کی پردہ پوشی کی جائے۔

اس واقفیت کے بعد اگر ہم "لینگویجز" ڈیپارٹمنٹ کو صرف "لینگویج" ڈیپارٹمنٹ کہیں تو غلط نہ ہوگا۔

عشرت قادری جنرل سیکریٹری ورکرز ادب بھوپال
(منقول از "افکار" بھوپال)

اسکولوں کالجوں کے ذمہ داروں کے اردو دشمن رویّہ پر احتجاج

یہاں انجمن ترقی ادب کا ایک جلسہ ممتاز اسکول میں ہوا جس میں اسکولوں اور کالجوں کے ذمے داروں کے اردو دشمن رویّہ کے خلاف پر زور احتجاج کیا گیا۔ انجمن کے جلسے میں متفقہ طور پر ایک تجویز منظور کی گئی جس کا متن درج ذیل ہے۔

انجمن ترقی ادب کا یہ جلسہ اسکولوں اور کالجوں کے ذمہ داروں کے اردو دشمن رویہ کے خلاف سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے نیا تعلیمی سال شروع ہونے ہی اسکولوں اور کالجوں کے ذمہ داروں نے اردو کے خلاف اپنے سابق بیزارانہ رویہ کا اظہار کیا ہے اس کی ذمہ داری جہاں حکومت اور ارباب اقتدار پر ہے وہاں اردو دوستوں کی کچھ لاپروائی اور بے عملی پر بھی ہے اس لئے وہ ذاتی مفاد کو پس پشت ڈال دیں اور مادری زبان کی ترقی کے لئے کوشش کریں۔

تجویز میں کہا گیا ہو کہ اسکولوں اور کالجوں میں اردو پڑھنے کیلئے دی جانے والی درخواستیں لیکن انھیں رد کر دیا گیا جب کہ قانون کے بموجب پانچ طلبا ہونے پر اردو مضمون کی تعلیم کا انتظام کرنا ضروری ہے اس لئے انجمن کا یہ جلسہ حکومت سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ معاملے کی چھان بین کرے اور اردو کی تعلیم کیلئے آسانیاں فراہم کرے [illegible]

(صفحہ ۴ سے آگے)

سنسکرت کے زیادہ تر حروف علت محدود ہیں اور اس کے حروف صحیح صوتی اعتبار سے تصریفی ہیں، اس کے برخلاف ہندی مقصورہ حروف علت اور غیر تصریفی حروف صحیح کی زبان ہے، اس لئے یہ سنسکرت کے جبڑا توڑ اور زبان مروڑ، الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی، ہمارے ہندی ادیب ایک نئی ہندی کی ایجاد کے چکر میں موجودہ ہندی کو بھول گئے اور اپنے قلم کی بھرپور جنبش سے اس پاک نہاد زبان کی خوب خوب بے حرمتی کی وہ یہ بھول گئے کہ ادیب کا سب سے مقدس اور نازک فرض، یہ ہے کہ وہ بے پڑھے عوام کی جیتی جاگتی اور گونجیلی زبان پر قدرت حاصل کرے۔ انھیں یہ یاد نہ رہا کہ ادب صرف ایک نورانی جہالت ہے۔ جس کے چہرے کے خط و خال عوام کے چہرے کے خط و خال ہیں یہ ادیب جب قدیم ہندی کے استادوں، کبیر، سورداس، رس خان اور تلسی داس، سے ہی کچھ نہ سیکھ سکے تو اردو کے استادوں سے کیا سیکھتے۔

غلط پروپیگنڈے اور لسانی نیتا کی نفرت کی مہم کا شکار ہو کر ہندی کے حامیوں نے تعلیمی نظام اور زبان کی تعلیم میں پردہ کو رواج دیا یہ لوگ دعویٰ تو یہی کرتے رہے کہ ہم کھڑی بولی سے پیار کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس بات کا پورا انتظام کر دیا کہ یہ خود اور ان کے بعد کروڑوں بچوں کی آئندہ آنے والی نسلیں جن سے ملک اور جمہوریت کی امیدیں وابستہ ہیں کبھی کھڑی بولی کی صحیح تاریخ سے واقف نہ ہوسکیں، اور نہ ہی اس کے اصلی حسن کو دیکھ سکیں جس کی مثالیں صرف اردو ادب ہی پیش کرسکتا ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم بچوں کو کھڑی بولی پڑھا رہے ہیں لیکن اردو کے ادیبوں کی لکھی ہوئی کھڑی بولی (یہی اصلی اور صحیح کھڑی بولی ہے) ... کی تعلیم نہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ہیملٹ[1] کو اسٹیج پر پیش کرے لیکن اس میں سے شہزادۂ ڈنمارک کے کردار کو خارج کر دے۔

ہندی والوں کی بنیادی مانگ یہی تو تھی کہ ناگری رسم خط کو رواج دیا جائے ناگری رسم خط میں اردو نثر اور نظم کی سیکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جو آپ کی پس پردہ ہندی دنیا پر چاروں طرف سے دھاوا بول رہی ہیں، ہندی والے ان سے کہاں تک بھاگیں گے، ان کے فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

(نیشنل ہیرالڈ)

علامہ اقبال کے پسندیدہ اشعار

کرنل مجید ملک نے "ایک یادگار علمی صحبت" کے عنوان سے علامہ اقبال کے ساتھ ایک ملاقات کی تفصیلات سنائیں فرمایا کہ غالباً دسمبر ۱۹۳۳ء کے ابتدائی دنوں میں عصر کے وقت علامہ اقبال کے دولت کدے پر حاضر ہونے کا موقع ملا۔ اتفاق سے علامہ مغفور اس وقت خلاف معمول اکیلے تھے موقع اچھا تھا کرنل صاحب نے ابوطالب کلیم کے ایک شعر سے علامہ مغفور کی طبیعت کو اکسانے کا کام لیا۔ شعر تھا۔

کدام خرمن گل را کشید در آغوش
کز آب آئینہ بوئے گلاب می آید

علامہ نے فرمایا، "شعر اچھا ہے" اور پھر گفتگو خود علامہ مغفور کے ذوق کے مطابق مختلف موضوعات پر چلتی ہوئی آرٹ کی غرض و غایت کے سوال پر آکر ٹھہر گئی۔ علامہ مغفور نے آرٹ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا "میرے نزدیک آرٹ زمانہ کی اقدار کا تابع ہے اردو شاعری ہندوستان کے دور انحطاط کی پیداوار ہے اس لئے کمزور، غیر فطری اور حد درجہ مصنوعی ہے۔ آرٹ زندگی کا مظہر ہی نہیں زندگی کا آلۂ کار بھی ہے۔ اور سچا آرٹ وہ ہے جو اپنے کمال کو بنی نوع انسان کی زندگی کے لیے وقف کرے۔ وہ شاعری جو آرٹ کے حقیقی معیار پر پوری اترتی ہے پیغمبری کا جزو ہے۔ صرف فنی معیار پر پوری اترنے والی شاعری کامیاب شاعری نہیں ہو

اردو شاعری کے متعلق علامہ مغفور کے خیالات بیان کرتے ہوئے کرنل مجید ملک نے کہا کہ علامہ کا ارشاد تھا: "بہت کم اردو اشعار میرے ذہن میں ہیں اور یوں بھی شاید دل پر گہرا اثر چھوڑنے والے اشعار اردو میں بہت کم ہیں" کرنل صاحب نے علامہ کی خدمت میں یہ شعر پڑھا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

علامہ مغفور نے اس شعر کی فنی حیثیت کو سراہا لیکن جذبے کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ آج بھی بڑے غور سے سننے کی بات ہے کرنل صاحب راوی ہیں کہ علامہ اقبال نے کہا: "قابل غور بات یہ ہے کہ یہ فقط نقطۂ نظر شاعر بلکہ جملہ قوم کی نفسیاتی کیفیت کا مظہر ہے۔ شاعر وقت کے سیلاب کے سامنے اپنے آپ کو بے حقیقت تصور کرتا ہے یہ احساس اس قوم یا اس قوم کے فرد کا ہے جو سیل زمانہ کے سامنے اپنی بے بسی کا معترف ہے۔ معترف ہی نہیں کامل طور پر آگاہ ہے کہ اپنی بے بسی کو قانون قدرت کا جزو سمجھتا ہے جد و جہد کرنے والی اقوام کی صبح ہوتی نہیں وہ گویا صبح "کرتی" ہیں شام کرتی ہیں وہ وقت کو دن اور رات اور مہینے اور سال کے پیمانے سے نہیں ناپتیں۔ بلکہ عمل سعی پیہم اور نتائج کے پیمانے سے ناپتی ہیں۔

ضروری اطلاع

ہماری زبان سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

---

[1] HAMLET مشہور انگریزی ڈرامہ نگار شیکسپیر کا شاہکار، الیہ ڈرامہ۔

علامہ مغفور کے نزدیک میر درد اردو زبان کے واحد صوفی شاعر تھے علامہ مغفور نے درد کے اس شعر کی داد دی۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مرچلے

فرمایا "خوب شعر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر زندگی کی بے پناہ کشاکش سے عاجز آگیا ہے۔ تھک گیا ہے لیکن نہیں ابھی اس میں جان باقی ہے۔ اور جب تک جان ہے وہ آمادۂ پیکار ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے یہ شعر "صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے" کی ضد ہے۔

فانی بدایونی کے اشعار پر علامہ مغفور خاموش ہو گئے۔ علامہ کو حفیظ جالندھری کے گیتوں کا رنگ پسند نہ تھا۔ البتہ شاہنامۂ اسلام کے انداز کو پسند فرماتے تھے" اس میں بہتر قسم کی شاعری ہے" علامہ مغفور کو مرزا محمد ہادی عزیز کا یہ شعر۔

اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
بھولتا ہی نہیں عالم تیری انگڑائی کا

پسند تھا۔ فرمایا "مجھے یہ شعر پسند ہے۔ فنی لحاظ سے اچھا ہے۔ خیال میں جدت ہے۔ پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے تصویر کھنچ جاتی ہے" یہ یادگار صحبت اس طرح ختم ہوئی کہ چند آدمی جو شکل و صورت سے اہل مقدمہ معلوم ہوتے تھے" آگئے کرنل صاحب نے اجازت چاہی اور رخصت ہوئے ابھی دروازے تک آئے تھے کہ علامہ مغفور نے فرمایا "کلیم کا کیا شعر سنایا تھا تم نے" کرنل صاحب نے عرض کی۔

کدام خرمن گل را کشید در آغوش
کہ آب آئینہ بوئی گلاب می آید

فرمایا "تو ہم بھی تمہیں کسی استاد کا ایک شعر سناتے ہیں۔ جو اسی مضمون کا ہے اور شاید کلیم کے شعر سے بہتر ہے"

ز تیرہ بختی آئینہ حیرتی دارم
تراکشید در آغوش و آفتابہ نشد

کرنل صاحب یہ فرماکر بیٹھ گئے کہ وہ راستے بھر یہ شعر گنگناتے رہے۔ لیکن اس کو کیا کہ میں آج بھی اسے گنگنا رہا ہوں۔ نہ اس شعر کا مزا کم ہوتا ہے اور نہ اس محفل کا۔ جس میں ہم ایک یادگار محفل میں پہنچ گئے تھے۔

(امروز لاہور)

متھلا میں کالیداس کی یادگار

متھلا کے برہمنوں نے شمالی بہار میں کالیداس کی یادگار قائم کرنے کے لئے ایک مہم شروع کی ہے یقین کیا جاتا ہے کہ یہ بہت بڑا شاعر اور ڈرامہ نگار متھلا کے ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوا تھا۔

سبھا نے یہ بھی مانگ کی کہ متھلا (دربھنگہ) میں ایک جدید یونیورسٹی قائم کی جائے۔

(مسلمان مدراس)

انجمن لکھنؤ کی مجلس عاملہ کا جلسہ

انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی مجلس عاملہ کا جلسہ زیر صدارت کیپٹن ۔ آر ۔ ڈی۔ آر موہن صاحب صدر انجمن منعقد ہوا جنرل سکریٹری ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے سابق صدر پنڈت آنند نرائن ملّا کے دور صدارت پر اپنی رپورٹ پیش کر کے ملّا صاحب کی قیادت و رہنمائی کو اردو کے لئے حیات آفریں بتایا۔ گریلانی رپورٹ اور لسانی فارمولے کے متعلق ملّا صاحب کے فیصلے اردو دنیا کے لئے مشعل ہدایت ہے" ریاستی شاخ اتر پردیش کے صدر منتخب ہو جانے کے بعد ملّا صاحب نے اپنا جانشین شہر کی ہر دلعزیز ہستی کیپٹن ڈی۔ آر موہن کو بنایا جس کو مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ موہن صاحب نے انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی صدارت قبول فرماکر جمہوریت کو مضبوط و مستحکم بنانے کی طرف جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے۔ توقع ہے کہ موصوف کے زمانہ میں اردو کے جملہ مقامی و ریاستی مسائل بخوبی حل ہو جائیں گے اور انجمن کی وسعت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوگا۔ سکریٹری نے یہ بھی بتایا کہ اب تک اردو مہم اور داخلہ مہم کے سلسلے میں حسب ذیل مقامات پر جلسے کئے جا چکے ہیں اور ہر جگہ حلقہ کمیٹیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

امین آباد، وزیر گنج، گولا گنج، نخاس، بلوچ پورہ، اشرف آباد، منصور نگر، محمود نگر، کشمیری محلہ، مہندی گنج، حسین آباد، بازار کھالہ، جھوائی ٹولہ، چوک، منڈیہی، ڈالی گنج، نشاط گنج، حسین گنج، خیالی گنج، بشیرت گنج، نربی صدر، مالی نگر، مرلی نگر، مچھلی محال، نظر باغ، قصائی بارہ وغیرہ۔ ساکوری میں بھی انجمن کا قیام عمل میں آیا اور وہاں بھی اردو تعلیم کے سلسلہ میں مہم کا آغاز کیا گیا۔ رپورٹ میں عوام سے زیادہ سے زیادہ رابطہ قائم کرنے اور انجمن کے زیادہ سے زیادہ ممبر بنانے پر زور دیا گیا۔ حسب ذیل تجاویز متفقہ طور پر پاس کی گئیں۔

۱۔ انجمن ترقی اردو کا عوام سے رابطہ قائم کرنا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے اس لئے انجمن کا چندہ صرف پانچ پیسے ماہانہ رکھا جائے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دستور میں جو ترمیمات ضروری ہوں وہ کی جائیں۔ دستور العمل سب کمیٹی میں، سردار سہر سنگھ، سید رہبر تاپانگلہ سید فدا حسین، نسیم گنجاہی، امین سلونوی، سید امیر حسن نورانی، ایم شکیل، اور ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی شامل ہیں نسیم گنجاہی اس کے کنوینر منتخب ہوئے۔

۲۔ انجمن ترقی اردو لکھنؤ کا یہ جلسہ لکھنؤ کارپوریشن کے میئر کو ان کے اس مخلصانہ اور جرأت مندانہ اقدام پر مبارکباد دیتا ہے کہ انھوں نے کارپوریشن کی کارروائی اردو میں شروع کرا دی ہے۔ یہ جلسہ ان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اس طرح اردو کی جو خدمت انھوں نے کی ہے وہ اردو زبان کی تاریخ میں فراموش نہیں کی جا سکتی۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

مراسلات

تلامذۂ غالب میں ذکر اخگر

مصنف "تلامذہ غالب" جناب مالک رام صاحب نے مولوی فرزند علی عظیم آبادی تخلص بہ اخگر کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ موصوف مرزا پور میں وکیل عدالت تھے اور ان کی ایک غزل کا صرف ایک شعر ؂

خود نما تھا سب حسینانِ زمن میں آئینہ
ہے مگر حیران تیری انجمن میں آئینہ

درج فرمایا ہے (ص ۔ ۲۹ تلامذۂ غالب) مرزا کلب حسین خاں تخلص بہ نادر نے اخگر مرحوم کی اسی غزل پر اپنے "دیوان غریب ۱۲۸۳ھ" (ص ۴۷ ۔ ۴۶) میں اپنا تخمسہ درج فرمایا ہے اس خمسہ میں اس غزل کے پانچ اشعار ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں

خود نما تھا سب حسینانِ زمن میں آئینہ — ہے مگر حیران تیری انجمن میں آئینہ
کی آہ سبر باد دل مشئوم سے — شعلۂ جوالہ ہے بیت الحزن میں آئینہ
عکس عارض جلوہ افزا ہو جو طشت آب میں — صاف یہ آیا تصور کہ لگن میں آئینہ
لاکھوں دعوے لے خود آرا کہ عاشق کے گئے — پر کسی دن بھی تو اکی انجمن میں آئی نہ
رخ کی شاگردی جو لے اخگر ہوئی مد نظر — ہو گیا استاد مجنوں کی فن میں آئینہ

مولوی فرزند علی صاحب اصل باشندہ موضع یوسف پور مضافات عظیم آباد پٹنہ کے تھے۔ اور انھوں نے مرزا پور میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ موصوف کے خاندان کے لوگ ابھی تک مرزا پور ہی میں توطن اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ مرزا پور کے نامی وکیلوں میں تھے۔ اور بڑے کنبہ پرور تھے

حضرت نادر نے اپنے اور دوسرے شعرائے فارسی اور اردو کے کلام پر جو خمسہ لکھا ہے اسی کے مجموعہ کا نام دیوان غریب ہے۔ پوری کتاب ۵۶۲ صفحوں پر محیط ہے۔ اور صفحہ ۵۶۳ لغایت ۵۶۹ تک میں دیوان غریب پر متفرق حضرات کی لکھی ہوئی نثر و نظم میں تقریظیں ہیں۔ (محمد بشیر الحق دسنوی عظیم آبادی)

بین لسانی رشتے

مئی کے تیسرے شمارے میں اڈیٹر اپنے اداریہ میں ایسے اردو مترجمین کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو دوسری علاقائی زبانوں کے ادبی شاہکار کو اردو میں منتقل کر سکیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود انجمن نے مترجمین پیدا کرنے کے لئے کیا کیا کتنے بین لسانی لغات اردو میں تیار ہوئے ہیں؟ صرف آندھرا والوں نے اردو تلگو۔ تلگو اردو لغت تیار کیں۔ باقی تمام ریاستوں میں سناٹا ہے۔

انگریزی کے عالم ہمارے یہاں کیا کم موجود ہیں؟ لیکن پھر بھی انگریزی ادب کے تمام شاہکار اردو میں منتقل نہیں ہوئے غالب اور اقبال ایک عرصے تک انگریزی والوں کے۔ لئے گونگے ہی رہے (اِدھر اب دو تین حضرات اس طرف متوجہ ہوئے ہیں)! ہندی، اردو میں فرق ہی کیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہندی کا کلاسکی ادب اردو میں منتقل نہیں ہوا۔

ادھر شیکسپیئر کی چوصد برسی کے موقع پر بنگالیوں نے سینہ پھلا کر کہا کہ ہندوستانی زبانوں میں بنگلہ کو اولیت حاصل ہے شیکسپیئر کے ترجمے میں، ہم آپ بغلیں ہی جھانکتے رہ گئے۔

ہمارے اساتذہ، علما تو بس افسانہ نویسی اور غزل سرائی میں ہی مگن ہیں۔ (کوئی ہے)

اردو صحیح لکھئے

جون کے آخری شمارے میں جناب اکرام احمد، کراچی کا معلوماتی مراسلہ نظر سے گذرا لیکن سخت تعجب ہوا کہ پاکستان کا یہ اردو داں مسلمان دو قلم اردو صحیح نہیں لکھ سکتا۔ دیکھئے نا:

"...... بمقام آگرہ (......) میں ......"

بابائے اردو کے مدفن سے تو مولد ہی اچھا! (عیب جو)

بڑے کون ہیں؟

مشہور ڈرامہ "پردۂ غفلت" کے مصنف سے میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ میر شجاعت حسین اور میر الطاف حسین میں بڑے بھائی کون ہیں۔ میرا خیال ہے الطاف حسین چھوٹے بھائی ہیں۔ (ایک اسٹوڈنٹ)

غلط

ادھر اردو میں DESCRIPTIVE CATALOGUE تیار کرنے کا مفید کام ترقی کر رہا ہے۔ لیکن ایسی فہرستوں کے نام غلط رکھے جا رہے ہیں۔ کوئی وضاحتی لکھ رہا ہے، کوئی توضیحی، کوئی صراحتی لکھ رہا ہے، کوئی تصریحی۔ مجھ سے پوچھئے تو چاروں غلط!

DESCRIPTIVE کا مساوی اردو لفظ ہے۔ "توصیفی" ذرا غور کیجئے، کتاب ایک مادی شئے ہے۔ اس کی تصریح، توضیح آپ کیا کریں گے۔ اس کی تو آپ توصیف کر سکتے ہیں تصریح، تشریح، توضیح تو آپ کتاب کے مفہوم کی کرتے ہیں۔ (کوئی ہے)

سہ لسانی فارمولا اور اُردو

حال ہی میں یوپی کے ایڈیشنل ڈائرکٹر آف ایجوکیشن کا سرکلر عـــ۵ مورخہ ۲۲ جولائی ۶۴ء نظر سے گزرا۔ اس سرکلر کا موضوع ہے ... "سہ لسانی فارمولا کا نفاذ"

انگریزی زبان میں بھیجے گئے اس سرکلر کے ایک حصہ کا ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا۔

"بہت سے اداروں کے لئے یہ بات نہایت مناسب ہوگی کہ وہاں کسی ایک زبان کی تعلیم کا انتظام ہو جیسے بنگالی ایک دو اداروں میں، پنجابی کسی اور درسگاہ میں، اور مراٹھی کچھ اور دیگر اسکولوں میں،

علی ہذا القیاس! ایسے حالات میں یہ نامناسب ہوگا کہ کسی ایک ادارہ میں کئی زبانوں کی تعلیم کے انتظام کی کوشش کی جائے۔ جن میں ہر زبان کے کم سے کم پانچ طالب علم ہوں۔ آئندہ دو برسوں کے لئے مختلف زبانوں کے استادوں کی ضرورت کا اندازہ اسی پالیسی کی روشنی میں لگانا چاہیے۔"

اس اقتباس سے حامیانِ اردو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکومت یو۔پی۔ کس حد تک سہ لسانی فارمولے میں اردو کو شامل کرنے کے حق میں ہے۔ مثال بھی دی گئی ہے تو وہ بنگالی، پنجابی اور مراٹھی کی! اردو یہاں بھی مردود قرار پائی۔ اس سرکلر کی روشنی میں بیشتر پرنسپل صاحبان یہ سمجھنے میں غلطی نہ کریں گے کہ حکومت ان تینوں زبانوں کی سرپرستی کرانا چاہتی ہے۔ گویا اردو کا پتہ پھر صاف ہو گیا۔ اب انجمن ترقی اردو غور کرتی رہے! سرکار رفتہ رفتہ اردو کو ختم کرنے کی پالیسی میں کامیاب ہے!

(مذکر حسین رضوی)

استفسار

اس مرثیہ کا مصنف کون ہے جس کا مطلع ہے ؎

کھولا علم جو خسرو زریں کلاہ نے

جن صاحبوں کے پاس یہ مرثیہ موجود ہو وہ اس کا آخری بند تحریر کرکے راقم کو مرہونِ منت فرمائیں۔ (سید مسعود حسن رضوی)

انجمن پٹیالہ کی ادبی نشست

انجمن ترقی اردو پٹیالہ ڈویژن پٹیالہ کی ادبی نشست گزشتہ شب اسٹیٹ بینک آف پٹیالہ میں زیر صدارت سردار ہربنس سنگھ تیج منعقد ہوئی۔

اس جلسے میں انجمن ہذا کے قواعد و ضوابط اتفاق رائے سے پاس کئے گئے مندرجہ ذیل قراردادیں اکثریت رائے سے منظور ہوئیں نمبر ۱۔ پٹیالہ ڈویژن کے شعرا کے کلام کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے نمبر ۲۔ اردو کے دیگر مقامی اداروں کو انجمن ہذا میں مدغم کیا جائے اور ان کے فنڈ انجمن کے اکاؤنٹ میں منتقل کئے جائیں۔

مجلس کا اختتام ایک مشاعرہ پر ہوا جس میں مقامی شعراء نے شرکت کی۔ (بہش پٹیالوی، پبلسٹی سکریٹری)

جبران خلیل جبران کی برسی

۱۰ اپریل کو لبنان کے مشہور مفکر، فلسفی ادیب، شاعر اور مصور، جبران خلیل جبران کی ۴۳ ویں برسی منائی گئی۔

جبران نے عربی اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان کا شمار جدید عربی ادب کے اہم ستونوں میں ہوتا ہے، ان کی کئی کتابوں کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے۔

جبران نے عربی اور انگریزی ہی میں گرانقدر اضافہ نہیں کیا بلکہ جدید ذہن پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ (روشنی سرینگر)

ہر تعلیم یافتہ اردو داں کم از کم پانچ افراد کو اردو سکھائے

شہری سرفراز علی جلالپوری نائب ناظم تعلیمات نے اردو کی ترقی، ترویج اور اشاعت کے لئے ہر تعلیم یافتہ اردو بولنے والے سے روزانہ کم از کم پانچ بچوں کو اردو سکھانے کی ذمہ داری قبول کرنے کی اپیل کی ہے اور کہا ہے کہ اردو کے تعلیمی نظام کے استحکام کے لئے اردو بولنے والوں میں اپنے فرائض کا احساس ضروری ہے۔ مسٹر سرفراز علی مجلس شہر ادب کی جانب سے کل رات نبی خانہ پتھر گٹی میں منعقدہ ایک ادبی اجتماع کو مخاطب کر رہے تھے، انھوں نے حکومت کی اردو پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اردو بولنے والوں میں سرکاری سہولتوں اور مراعات سے استفادہ کا شعور پیدا کیا جانا چاہیے اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اردو کے ذریعہ تعلیم کے خواہش مند طلباء کی تعداد میں اضافہ کیا جائے انھوں نے بتایا کہ محکمہ تعلیم کے ایک ذمہ دار عہدہ دار کی حیثیت سے انھوں نے اب تک ہر اردو مدارس کا معائنہ کیا ہے اور جہاں کہیں اردو جماعتوں اور مدارس کی ضرورت محسوس کی گئی اردو جماعتوں کے قیام کی منظوری دی گئی۔ مولانا عبدالسبحان مسٹر محمد علی عثمانی نے بھی جلسہ کو مخاطب کیا۔ مشاعرہ بھی منعقد ہوا جس میں سرفراز علی، اسد انصاری، منوہر لال بہار، فرید حسین اور دیگر شعراء نے بھی اپنا کلام سنایا۔ مسٹر سید محمد صابر معتمد مشاعرہ نے شکریہ ادا کیا۔ (ملاپ حیدرآباد)

نئی اردو جماعتیں

ضلع پریشد حیدرآباد نے آٹھ مقامات پر اردو جماعتوں کے قیام کی منظوری دیدی ہے شمس آباد، یوبن پلی اور مولا علی میں اردو کی آٹھویں جماعت بیگم پیٹھ میں ساتویں، مڈفورڈ میں چھٹی، مڈفورڈ میں پہلی تا تیسری، آرے پلی میں پہلی تا تیسری اور گنگل میں پہلی تا تیسری کی منظوری دی گئی ہے۔

(ملاپ حیدرآباد)

بقیہ صفحہ ۱۰

۳۔ یہ جلسہ حکومت اترپردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لوکل باڈیز اور کارپوریشن میں اردو میں درخواستیں قبول کرنے اور ان کا جواب اردو میں دینے کی ہدایت جاری کرے اس سلسلہ میں انجمن کا ایک وفد وزیر اعلیٰ اور وزیر لوکل سلف گورنمنٹ سے ملے صدر صاحب کو اختیار ہے کہ وہ وفد کے اراکین کا انتخاب کریں۔ جلسہ نے متفقہ طور پر سردار سربند پرتاپ سنگھ، اور سری ادم پرکاش بھٹیانی کو مجلس عاملہ کا ممبر منتخب کیا۔ (شجاعت علی سندیلوی، جنرل سکریٹری)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پبلشر نذیر حسن، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شائع کیا